مرضعہ

(بچے کو دودھ پلانے والی) اور

حاملہ خواتین کے

چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا کا حکم

أبو أحمد کلیم الدین یوسف حفظہ اللہ

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ



From:Manhaj-e-Muhaddiseen



Like our FB Page To Get Latest Updates.

Click on the Link Below

https://www.facebook.com/Manhaje.Muhaddiseen/

Subscribe to our Youtube Channel
Press the Bell Icon For Notify

Click on the Link Below

https://youtube.com/c/ManhajeMuhaddiseen36

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاتم النبیین، سید المرسلین، اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی آخری شریعت کو جو چیز دیگر آسمانی شریعت سے نمایاں کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس نے تمام مسائل کو بہت ہی دل نشین اور عام فہم انداز میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ واضح کیا ہے، اور ہر مسئلہ میں یُسر وآسانی کے پہلو کو ترجیح دی ہے، انہی مسائل میں سے حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی خواتین کے روزے کی قضا کا مسئلہ ہے، عموماً جو خواتین ماہِ رمضان کے دوران حمل سے ہوتی ہیں یا اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہیں ان کیلئے روزہ رکھنا باعثِ مشقت ہوتا ہے، اور پھر بعد میں ان روزوں کی قضا مزید دشوار کن ہوتی ہے، کیوں کہ مدتِ حمل کی تکمیل کے بعد ولادت کا مرحلہ اور پھر اس کے بعد رضاعت کا عرصہ کافی طویل ہوتا ہے، اور اس مدت میں علی الاقل ایک یا اس سے زیادہ رمضان کے آنے کا موقع ہوتا ہے۔

محترم قارئین: اگر حاملہ یا دودھ پلانے والی خواتین کو روزہ رکھنے کی صورت میں اپنے یا اپنے بچے پر ڈر لگتا ہے تو ایسی صورت میں شریعت نے اس کیلئے کیا رہنمائی کی ہے؟

یہ مسئلہ مختلف فیہ لیکن آیئے ہم بالترتیب قرآن، حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں.

❁ قرآن مجید:

اللہ رب العالمین نے فرمایا: ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾

کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس، اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح سند سے مروی ہے کہ وہ اس آیت سے مراد حاملہ، دودھ پلانے والی خواتین، اور ایسے بوڑھے مرد وخواتین کو لیتے تھے جو بڑھاپے کی وجہ کر روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہوں.

ممکن ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو منسوخ ہے، تو عرض یہ ہے کہ نسخ کی بات عبد اللہ بن عمر اور سلمہ ابن الاکوع رضی اللہ عنہما نے کہی ہے، لیکن عبد اللہ بن عباس، معاذ بن جبل، اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک دوسرے قول میں اس آیت کے منسوخ ہونے کے قائل نہیں.

محترم قارئین: مذکورہ أقوال کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین اس آیت کے منسوخ ہونے کے سلسلے میں اختلاف تھا، ان کے درمیان اس کے منسوخ ہونے کے سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں تھا کیونکہ کہ سلف صالحین کی اصطلاح میں نسخ سے مراد صرف منسوخ ہونا نہیں تھا بلکہ اس سے مراد ان کے یہاں عموم کی تخصیص، یا استثناء، یا پھر مطلق کو مقید کرنا بھی ہوتا تھا، اسی طرح اگر کوئی حکم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہوتا، یا پھر کسی خاص صفت کے ساتھ متصف ہوتا، تو سلف صالحین اسے بھی نسخ کہا کرتے تھے. ،جیسا کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے (۱).

اور اس آیت کے سلسلے میں چونکہ کے صحابہ کرام سے نسخ اور عدم نسخ دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں، اس لئے یہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کیلئے خاص ہے جو بڑھاپے کی وجہ کر روزہ رکھنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں،

یا قسم کا خطرہ محسوس ہوتا ہو.

چنانچہ یہی معنی اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کیا ہے: ایسے بوڑھے مرد و خواتین جو روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں، اور وہ حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین جو روزہ رکھنے کی صورت میں اپنے اوپر یا اپنے بچے پر خوف محسوس کرتی ہوں ان کے حق میں اس آیت کا حکم باقی ہے، چنانچہ یہ لوگ روزہ چھوڑ دیں گے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گے (٢).

بلکہ یہ تفسیر اس آیت کا شان نزول بھی ہے اور کسی آیت کا شان نزول صحابہ سے منقول ہو تو وہ مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتا ہے. نیز یہی تفسیر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے. ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حاملہ اور مرضعہ اس آیت کے عموم میں داخل ہیں (٣).

❁ صحابہ کرام کا اس تفسیر پر اجماع:

ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: یہ تفسیر عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے، ((ولا مخالف لهما في الصحابه)) اور صحابہ کرام میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی (٤).

خلاصہ کلام یہ کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں محکم ہے جو بڑھاپے کی وجہ کر روزہ رکھنے پر قادر نہ ہوں، اور ایسی حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون جسے یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے کی وجہ کر اس کے بچے یا خود کے اس نفس پر خطرہ ہے.

مذکورہ سطور سے یہ بات بھی واضح ہوتی کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین حاملہ اور

مرضعہ کے روزہ کے احکام کو اس بوڑھے مرد وخواتین کے احکام کے موافق سمجھتے تھے جو بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہوں، نہ کہ عام مریضوں میں ان کا شمار کرتے تھے۔

❁ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَالصَّوْمَ عَنِ الْمُسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْحُبْلَى"(٥).﴾

ترجمہ: بے شک اللہ رب العالمین نے مسافر کیلئے آدھی نماز معاف کر دی، اور مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین سے روزے کو معاف کر دیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی خواتین سے روزے معاف ہیں۔ اس حدیث پر کوئی یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ اس میں تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہے جن پر شریعت نے روزہ رکھنے کے باب میں آسانی فرمائی ہے، مسافر، مرضع، اور حاملہ، لیکن شریعت نے دورانِ سفر مسافر سے روزہ معاف کیا ہے نہ کہ ہمیشہ کیلئے، اس لئے سفر کے بعد جب مسافر کے اوپر قضا واجب ہے، تو پھر مرضع اور حامل کی حمل اور رضاعت کی مدت ختم ہونے کے بعد ان پر روزے کی قضا واجب کیوں نہیں؟

اس کا سب سے پہلا جواب یہ ہے کہ لفظ "و" پر عطف کی وجہ کر مسافر اور حاملہ و مرضعہ کا حکم ایک ہی قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ دلیل اقتران کے نام سے جانی جاتی ہے، اور فقہاء واصولیین کے یہاں دلیل اقتران ضعیف شمار ہوتی ہے، اس لئے یہ دلیل صحیح نہیں ہے کہ دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا تو دونوں کا حکم ایک ہی ہو گا۔

واو ہمیشہ اشتراک کیلئے نہیں آتا بلکہ وہ کبھی مغایرۃ کیلئے آتا ہے، اور کبھی کسی اور معنی کیلئے، ہر معنی کی تعیین سیاق وسباق سے کی جائے گی.

یہاں پر لفظ واو کی وجہ کر مسافر اور حاملہ ومرضعہ دونوں کا حکم ایک ہی سمجھنا یہ درست نہیں، کیوں کہ مسافر کو روزہ چھوڑنے کے ساتھ اور دوسری مراعات بھی حاصل ہے، جیسے نماز کو قصر کرنا، سنت کا معاف ہونا، جمع بین الصلاتین کا ہونا، وغیرہ، جبکہ حاملہ ومرضعہ کو یہ مراعات حاصل نہیں ہے.

شریعت میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ واؤ کے عطف کے ساتھ دو چیزیں ذکر ہیں لیکن دونوں کا حکم الگ ہے، مثال کے طور پر اللہ رب العالمین نے فرمایا:

﴿كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ﴾ [الأنعام: ١٤١]

یعنی جب غلہ ہونے لگے تو اسے کھاؤ بھی اور اس کی زکاہ بھی نکالو.

اس آیت کریمہ میں کھانے کا اور زکاۃ نکالنے کا حکم ایک ساتھ دیا گیا اور ایک حکم کو دوسرے پر واو کے ذریعہ عطف کیا گیا ہے، لیکن کھانا مستحب ہے اور زکاۃ دینا واجب ہے، اگر ہم واو عاطفہ کی وجہ کر کھانا اور زکاۃ دونوں کو واجب قرار تو آدمی مشکل میں پڑ جائے گا.

❁ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عشر من الفطرة: قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء(٦).

یعنی دس چیزیں انبیاء کرام کی سنتیں رہی ہیں....

قارئین کرام آپ غور فرمائیں کہ ہر مسئلہ کو دوسرے پر واو کے ذریعے عطف کیا گیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوا کہ اس حدیث میں موجود تمام چیزیں سنت ہیں، بلکہ کچھ واجبات بھی ہیں، جیسے داڑھی رکھنا واجب ہے، جب کہ مسواک کرنا سنت ہے...

وغیرہ. پتہ یہ چلا کہ شریعت نے اگر دو چیز کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے تو ضروری نہیں کہ دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہو، اس لئے اس دلیل کی بنیاد پر مسافر اور مرضعہ حاملہ کے لئے قضاء کو یکساں قرار دینے والی اصولی اعتبار سے بالکل بھی صحیح نہیں، اور نہ ہی ان کا استدلال درست ہے.

دوسری بات یہ کہ مریض سے روزہ کی معافی قضاء کے ساتھ مشروط ہے جیسا کہ خود شریعت نے اس کی وضاحت کی ہے جیسا کہ رب کا فرمان ہے:"ومن كان مريضا أو على سفر فعدة من أيام أخر".ترجمہ: جو ماہِ رمضان میں مریض ہو جائے یا مسافر ہو تو وہ دوسرے ایام میں ان فوت شدہ روزوں کی قضا کر لے۔

جبکہ حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین کی قضا کا حکم کہیں بھی وارد نہیں.

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے مذکورہ آیت وأحادیث سے یہی سمجھا ہے اور اس کی صراحت بھی کی ہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین چھوٹے ہوئے روزے کی قضا نہیں کریں گی، البتہ ان روزوں کا فدیہ ادا کریں گی، چنانچہ:

(1) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

﴿إِذَا خَافَتِ الحَامِلُ عَلَى نَفْسِهَا وَالمُرْضِعُ عَلَى وَلَدِهَا فِي رَمَضَانَ يُفْطِرَانِ، "
وَ يُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، وَلَا يَقْضِيَانِ صَوْمًا"(٧).﴾

ترجمہ: جب حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین روزہ رکھنے میں اپنے اوپر یا اپنے بچے کے اوپر خوف محسوس کریں (یعنی روزہ رکھنے سے حمل کو خطرہ ہو یا پھر دودھ میں کمی کا خطرہ ہو، یا پھر خود حاملہ اور مرضعہ کی صحت کا خطرہ ہو) تو وہ روزہ نہیں رکھیں گی، اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں گی، اور ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں کریں گی۔

(2) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک حاملہ یا دودھ پلانے والی لونڈی کو دیکھا تو اس سے کہا کہ: ﴿أَنْتِ بِمَنْزِلَةِ الَّذِي لَا يُطِيقُهُ، عَلَيْكِ أَنْ تُطْعِمِي مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا، وَلَا قَضَاءَ عَلَيْكِ (٨)﴾

ترجمہ: تمہارا شمار ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں روزہ رکھنے کی استطاعت نہیں، اس لئے تم ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو، اور جو روزے چھوٹ جائیں ان کے قضاء کی ضرورت نہیں۔

(3) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اہلیہ حاملہ تھیں، انہوں اپنے روزے کے تعلق سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

﴿أَفْطِرِي وَأَطْعِمِي عَنْ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِينًا وَلَا تَقْضِي (٩).﴾

روزہ توڑ لو اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلاؤ اور ان روزوں کی قضا کی کوئی ضرورت نہیں۔

ان دونوں جلیل القدر صحابی کا قول بالکل روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حاملہ اور دودھ

پلانے والی خواتین کو حمل اور رضاعت کی مدت میں چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا نہیں کرنی ہے، اور دونوں صحابی کا یہ قول صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان مشہور تھا لیکن کسی ایک صحابی نے بھی ان کی مخالفت نہیں، اسے اجماع سکوتی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ علی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تو حاملہ اور مرضعہ کے چھوٹے ہوئے روزو کی قضاء تو منقول ہے ؟؟!!!

رہی بات علی رضی اللہ عنہ کے قول کی تو بہت تلاش کرنے کے باوجود بھی مجھے علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول صحیح یا ضعیف سند سے حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ملا، البتہ امام سرخسی نے اپنی کتاب "المبسوط" میں، اور امام کاسانی نے اپنی کتاب "بدائع الصنائع" میں علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول صیغہ تمریض کے ساتھ بغیر سند کے ذکر کیا ہے(۱۰).

اور رہی بات عبد اللہ بن عمر رضی اللہ کے قول کی تو اسے امام قاسم بن سلام نے اپنی کتاب "الناسخ والمنسوخ"(۱۱)

میں دو سندوں سے ذکر کیا ہے جس کا مدار ابن ابی لبیبہ پر ہے، ان سے جعفر بن محمد اور عبید اللہ بن عمر نے اس اثر کو روایت کیا ہے، قضاء کا حکم جعفر بن محمد نے ذکر کیا ہے جبکہ عبید اللہ بن عمر نے اس زیادتی کو ذکر نہیں کیا ہے جیسا کہ خود قاسم بن سلام نے ذکر کیا ہے، اور جعفر بن محمد صدوق ہیں، جبکہ عبید اللہ بن عمر ثقہ اور ثبت ہیں، اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی صدوق راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرے تو اس کی روایت شاذ قرار پاتی ہے، اور

شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے، اور یہاں پر جعفر بن محمد نے جو کہ صدوق راوی ہیں عبید اللہ بن عمر کی مخالفت کی ہے جو کہ ثقہ راوی ہیں، اس لئے لفظ "قضاء" کی زیادتی ضعیف ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں.

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے کہ بعض اہل علم اسی بات کے قائل تھے کہ حاملہ و مرضعہ صرف فدیہ دے گی قضاء نہیں کرے گی(۱۲).

اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ جدید قول ہے. مندرجہ بالا آیت، حدیث اور اقوال صحابہ کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ نے حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی خواتین سے روزے کو معاف کیا ہے، اور اس کی قضا بھی ان کے اوپر واجب نہیں کی ہے، صرف چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کرنا ان کے اوپر واجب ہے۔

کچھ لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جمہور کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے، لیکن ان کی اکثریت تو اس بات کی قائل ہیں کہ حاملہ اور مرضعہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے گی!!!اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مسئلے میں اکثریت کا ایک رائے پر قائم ہونا اس کے راجح یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہوتی، صحیح اسی کی بات ہوتی ہے جس کی تائید کتاب وسنت سے ہو. مثال کے طور پر طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو لے لیں ائمہ اربعہ اور اکثر علماء اسی بات کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین شمار ہوگی، جب کہ کتاب وسنت کے نصوص، نیز صحابہ کرام کا طرز عمل اور محققین علماء اسی بات کے قائل تھے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق ایک ہی شمار ہوگی. اسی طرح آٹھ رکعت تراویح کے

مسئلہ کو لے لیں، اکثریت بیس یا اس سے زائد کی قائل ہے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تعامل صرف اور صرف آٹھ رکعت تراویح ہے. اس لئے علم و تحقیق کی دنیا میں اکثریت کی دہائی دینا مناسب نہیں، بلکہ دلائل سے بات کرنا ہی حق و صواب کی دلیل ہے.

والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

---

(١)اعلام الموقعين عن رب العالمين (٢٩/١)

(٢) المنتقى لابن الجارود.(٤١٨

(٣) المغنى (٣/١٥٠).

(٤)المغنى (١٥٠ /٣).

(٥)اس روایت کو امام أبو داود (2408)، امام ترمذي (715)، امام نسائي (2275)، امام ابن ماجه (1667)، امام ابن خزيمة (2042)، امام أحمد (19841)، اور امام بيهقي (8172)، نے انس بن مالک الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ شیخ البانی مقبل الوادعی رحمہا اللہ وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: صحيح أبي داود: (2/71)، اور "الصحيح المسند"(74)۔

(٦) صحيح مسلم (223/1)

(٧) اس اثر کو امام طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے(٢/ ١٣٦)، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس اثر کی سند کو صحیح مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے الإرواء (٤/ ١٩).

(٨) اس اثر کو بھی امام طبری نے اپنی تفسیر میں (٢/ ١٣٦)، اور امام دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے(٢٣٨٢)، اور دارقطنی اور شیخ البانی رحمہا اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، الإرواء (٤/ ١٩)۔

(٩)اس اثر کو امام دارقطنی نے نقل کیا ہے ، (٢٣٨٨)اور شیخ البانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

(١٠)، اور شیخ البانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

(١١) المبسوط (٣/ ٩٩)، بدائع الصنائع (٢/ ٩٧).

(١٢) "الناسخ والمنسوخ" (ص: ٢٣،٢٦)

(١٢) سنن ترمذی(٣/ ٨٥).

مرضعہ اور حاملہ کے روزے کی قضاء کے متعلق بعض اعتراضات کا جائزہ (۱)

پہلا اعتراض: جن لوگوں نے آیت ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ انہوں نے نسخ شرعی ہی مراد لیا ہے.

مطلب یہ کہ وہ آیت تخصیص کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ میں نے اپنے مضمون میں ذکر کیا تھا، تو قارئین کرام: مندرجہ ذیل سطور میں چند علماء کرام کے اقوال اس آیت کے تعلق سے ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں:

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے صحیح سندوں کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ اس آیت کا حکم عمر دراز أشخاص اور حاملہ و مرضعہ کیلئے ثابت ہے.

امام قرطبی فرماتے ہیں: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ آیت کی منسوخیت کے قائل نہیں تھے، بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ یہ آیت حاملہ اور مرضعہ کے حق میں محکم ہے، اور جن صحابہ کرام نے اس آیت کو منسوخ کہا ہے ان کا قول بھی صحیح ہے، لیکن ان کے یہاں یہ منسوخ تخصیص کے معنی میں ہے، کیوں کہ اکثر و بیشتر متقدمین مطلق نسخ کہہ کر تخصیص مراد لیتے تھے (۱).

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس آیت میں سلف کے مابین اختلاف ہے: پہلا قول: منسوخ نہیں ہے. دوسرا قول: منسوخ ہے. تیسرا قول: مخصوص ہے، یعنی اس

آیت کا حکم مرضعہ اور حاملہ کے لئے باقی ہے. چوتھا قول: آیت کا بعض حصہ منسوخ ہے اور بعض محکم ہے (۲).

نواب صدیق حسن خان نے آیت کی منسوخیت کے متعلق مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: پتہ یہ چلتا ہے کہ مرضعہ اور حاملہ کے علاوہ لوگوں کیلئے یہ آیت منسوخ ہے (۳).

محترم قارئین مذکورہ علماء کے اقوال سے اتنی بات واضح ہو جاتی ہے کہ کم از کم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین یہ آیت منسوخ نہیں تھی، یا منسوخ بمعنی تخصیص تھی، جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا. اب کوئی یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد میں آنے والے لوگوں نے ان سے اختلاف کیا ہے اور اسے حقیقی طور پر منسوخ کہا ہے، تو یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے قرآن مجید کے نزول کا مشاہدہ کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ شاگرد رہے ہیں، خاص کر ابن عباس رضی اللہ عنہما جن کیلئے رات آخری پہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ تو عبد اللہ بن عباس کو علم تفسیر عطا کر، اور پوری امت انہیں حبر الامۃ اور ترجمان القرآن کے نام سے جانتی ہے، نیز ان کے قول سے کسی صحابی کو اختلاف بھی نہیں ہے، کیوں کہ جو بظاہر اختلاف ہے اس میں جمع کی صورت ممکن ہے جیسا کہ امام قرطبی نے ذکر کیا تو پھر یہ بتائیں کہ بعد میں آنے والے اہل علم کے قول پر ان صحابہ کرام کا قول مقدم ہوگا یا پھر بعد والے کے قول کو صحابہ کے قول پر مقدم کیا جائے گا؟

یاد رہے کہ میں صحابہ کے زمانے کے بعد کی بات نہیں کر رہا ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تفسیر جب کسی آیت کی شان نزول سے تعلق رکھتی ہو تو وہ تفسیر مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے، جیسا کہ مفسرین و محدثین نے یہ بات بیان کی ہے، اس لئے بعد کے زمانے کے قول سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے قول کا معارضہ کرنا بعید از صواب اور عقل و نقل کے مخالف ہے.

واللہ اعلم بالصواب.

---

(١) الجامع لاحکام القرآن، (٢/ ٢٨٨/ ٢٨٩)

(٢) تہذیب السنن مع عون المعبود (٦/ ٣٠٧).

(٣) الروضہ الندیة (١/ ٢٣٢).

مرضعہ اور حاملہ کے روزے چھوڑنے کے متعلق چند اعتراضات کا جائزہ (۲)

اعتراض یہ ہے کہ: حاملہ اور مرضعہ کا روزہ چھوڑنا خوف سے مرتبط ہے، یعنی اگر روزہ رکھنے سے انہیں خود پر یا بچے پر کسی قسم کا خطرہ محسوس ہو تو وہ روزہ چھوڑ سکتی ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شریعت میں اس "خوف" کا ضابطہ کیا ہے؟

محترم قارئین: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ جن حاملہ اور مرضعہ عورتوں کو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہے وہ محل نزاع سے بالکل خارج ہیں، اسی طرح وہ خواتین جو بچے کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں ان کا بھی اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، اس لئے ان دنوں قسموں کا ذکر تطویل لاطائل ہوگا. قارئین کرام: سب سے پہلے ہم اس خوف کا ضابطہ کتاب وسنت میں تلاش کرتے ہیں تاکہ معاملہ بلکل آسان اور واضح رہے.

❁ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللهَ وَضَعَ عَنِ المُسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ، وَالصَّوْمَ عَنِ المُسَافِرِ وَعَنِ المُرْضِعِ وَالحُبْلَى".

ترجمہ: بے شک اللہ رب العالمین نے مسافر کیلئے آدھی نماز معاف کردی، اور مسافر، حاملہ اور دودھ پلانے والی خواتین سے روزے کو معاف کردیا.

اب جو لوگ حاملہ اور مرضعہ کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کے قائل ہیں وہ اسی حدیث کو اپنی دلیل بناتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جس طرح مسافر کو قضاء کا حکم ہے اسی طرح مرضعہ اور حاملہ کو بھی قضاء کا حکم دیا جائے گا، کیوں کہ دونوں کو ایک ہی حدیث میں جمع کیا گیا اس لئے دنوں کا حکم ایک ہی ہوگا.

اب قارئین اس حدیث میں غور فرمائیں کہ ان کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضعہ اور حاملہ کے احکام کو مسافر کے احکام کے مشابہ قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ کہ دونوں کے "وضع صوم "یعنی روزہ چھوڑنے کی علت ایک ہی ہوگی، وہ مشقت ہو سکتی ہے.

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ شریعت نے مسافر کو جو رخصت دی ہے اس میں کتنی مشقت کا اعتبار کیا ہے، کیا کوئی مسافر اس وقت تک روزہ نہیں رکھ سکتا جب تک کے اسے جان کی ہلاکت کا خوف نہ ہو، یا پھر اسے کی صحت پر برا اثر پڑتا ہو؟

ایسا بالکل بھی نہیں ہے، بلکہ علماء کرام کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ مسافر کو اختیار ہے چاہے وہ روزہ رکھے یا پھر روزہ چھوڑ دے اور اس کی قضاء بعد میں کرے، بلکہ بعض علماء نے تو روزہ توڑنے کو افضل اور اجر و ثواب کے اعتبار سے بہتر بتایا ہے، کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ مسافر کو روزہ چھوڑنے کی اجازت اسی وقت مل سکتی ہے جب اسے اپنے اوپر خطرہ محسوس ہو، یا بہت زیادہ مشقت میں ہو.

جب ایک ہی حدیث میں مسافر، حاملہ اور مرضع کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا، اور لوگ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے سب کا حکم ایک بتاتے ہیں، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسی حدیث کی روشنی میں حاملہ اور مرضعہ پر آپ مسافر کی طرح چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کو واجب قرار دیتے تو پھر حاملہ اور مرضعہ کو مسافر کی طرح روزہ چھوڑنے کی رخصت کیوں نہیں دیتے؟

یا تو حدیث میں دونوں کا حکم الگ الگ ہے اور یہی راجح ہے، تو ایسی صورت میں آپ کا اس..

حدیث سے حاملہ اور مرضعہ کی قضاء پر استدلال کرنا درست نہیں، یا پھر اگر آپ اس حدیث میں دونوں کا حکم ایک ہی مانتے ہیں تو روزے کی رخصت میں بھی دونوں کے حکم میں یکسانیت ہو گی.

قارئین کرام: مذاہبِ اربعہ نے شدید بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کو جائز قرار دیا ہے، تو پھر حمل ورضاعت کی مشقت اور سختی تو یقینا بھوک پیاس کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ مجرد بھوک پیاس سے اشد ہے!!!(۱)

روزہ چھوڑنے کے سلسلے میں مشقت اور خوف کا ضابطہ: امام زرکشی فرماتے ہیں کہ: اس بات پر ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے کہ روزے کی مشقت میں ہلاکت شرط نہیں ہے، چنانچہ روزہ رکھنے کی وجہ کر ایسا نقصان ہو جس کی وجہ کر وہ اپنی ضروریات کو پورا نہ کر پائے تو اسے مشقت کہا جائے گا(۲).

اس کی نظیر دوسری عبادت میں بھی ملتی ہے، ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں اس بات پر اتفاق ہے کہ جمع بین الصلاتین بلا عذر کے جائز نہیں ہے، چنانچہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی وہ حدیث جس میں انہوں نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر سفر، خوف اور بارش ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کے درمیان جمع کیا، امام احمد رحمہ اللہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کے متعلق کہتے ہیں کہ اس حدیث کی روشنی میں میرے نزدیک مریض اور اور دودھ پلانے والی خواتین کیلئے رخصت ہے کہ وہ اپنے گھر میں دو نمازوں کو اکٹھا کر کے پڑھ لیں(۳).

قارئین کرام: غور فرمائیں کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے میں ایک دودھ پلانے والی خاتون کیلئے زیادہ مشقت ہے یا پھر ایک مہینہ لگاتار پورا روزہ رکھنے میں؟

اس کے باوجود امام احمد رحمہ اللہ نے مرضعہ کیلئے جمع بین الصلاتین کو جائز قرار دیا، تو پھر یہی رخصت روزے کے سلسلہ میں کیوں نہیں مل سکتی؟

معزز قارئین: حاملہ اور مرضعہ کے روزہ چھوڑنے کی مدت کا دائرہ تنگ کرنے کیلئے جن دلائل کا سہارا لیا گیا ان میں سے دو دلیلیں اہم لگتی ہیں:

ایک تو علقمہ رحمہ اللہ کا قول جس میں ایک حاملہ خاتون ان سے دریافت کرتی ہے کہ میں حمل سے ہوں اور میں روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتی ہوں، لیکن میرا شوہر مجھے منع کر رہا ہے تو اس سے علقمہ رحمہ اللہ نے کہا کہ: «أطيعي ربك، واعصي زوجك(۴)

. کہ اپنے رب کی بات مانو شوہر کی بات ماننے کی ضرورت نہیں ہے، یعنی جب تمہیں استطاعت ہے تو روزہ رکھو، استطاعت کے باوجود روزہ چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے.

اب اس اثر کو سامنے رکھ کر یہ مطلق کہنا کہ حاملہ دوران حمل روزہ رکھنے کی استطاعت رکھتی ہے یہ محل نظر ہے، کیوں کہ یہ واقعۃ عین ہے، اس واقعہ کو ہر خاتون پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ ہر خاتون کا مسئلہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے، نیز شریعت نے کسی ایک خاتون کو سامنے رکھ کر حاملہ و مرضعہ کے روزے کے احکام نہیں بتائے بلکہ حمل و رضاعت کی مشقت کو سامنے رکھ کر ان احکام مقرر کیا ہے، اور شریعت نے مشقت کو معتبر جانا ہے جیسا کہ تفصیل اوپر گذری، ہاں اس اثر کی روشنی میں بہت...

زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو خاتون اپنے اندر استطاعت پائے وہ روزہ نہ چھوڑے.

رہی بات دوسرے اثر کی جسے سعید بن جبیر نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ " أنه كانت له أمة ترضع فأجهضت , فأمرها ابن عباس أن تفطر يعني: و تطعم ولا تقضي (۵).

یعنی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک کنیز تھی جس کا حمل رضاعت کی وجہ سے ساقط ہو گیا، تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے افطار کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دو، اور پھر تمہارے اوپر ان روزے کی قضاء نہیں ہو گی.

قارئین کرام: مذکورہ اثر میں غور کرنے سے اس خاتون کی جو حالت مجھے سمجھ میں آ رہی ہے وہ یہ کہ:

- وہ خاتون پہلے سے ایک بچے کو دودھ پلا رہی تھی.
- پھر وہ دوران رضاعت حاملہ ہو گئی.
- پھر یہ کہ اس دوران اس کا حمل ساقط بھی ہو گیا.

تب جا کر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے روزہ چھوڑنے کا حکم دیا. اس اثر کو سامنے رکھ کر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ مطلقا حاملہ یا مرضعہ کو افطار کی رخصت نہیں ہے، بلکہ جو مرضعہ ہو، اور پھر اسی دوران حاملہ ہو، نیز یہ کہ اس کا حمل ساقط ہو جائے یا اس کا خطرہ رہے تبھی اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت مل سکتی ہے!!!! دوسری بات یہ کہ عبد..

اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حمل کے ساقط ہونے سے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رہے ہیں، جبکہ حمل کے ساقط ہوتے ہی خاتون حالت نفاس میں چلی جاتی ہے، اور بالاِجماع حالت نفاس میں خواتین کیلئے روزہ رکھنا حرام ہے. تو اب سوال یہ ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے مذکورہ اثر میں اس خاتون کو روزہ چھوڑنے کی رخصت اس کے حمل کے سقوط کی وجہ سے ملی یا پھر نفاس کی وجہ سے؟ نیز روزہ چھوڑنے کی رخصت حمل کے سقوط سے قبل مل سکتی ہے یا نہیں؟

معزز قارئین: اگر یہ کہا جائے کہ حاملہ خواتین کے ابتدائی مہینے آخری مہینوں سے الگ ہوتے ہیں، یعنی شروع کے ماہ میں کوئی دقت و پریشانی نہیں ہوتی تو یہ بات عرف کے بالکل خلاف ہے، کیوں کہ استقرار حمل سے لے کر جو الٹی کا سلسلہ شروع vomiting ہوتا ہے چار مہینہ یا اس سے زائد تک دراز رہتا ہے، نیز ایک مرتبہ ہی الٹی میں ایک خاتون کی کیا صورت حال ہوتی ہے اس سے شادی شدہ مرد حضرات بخوبی واقف ہیں، نیز ہر تھوڑی دیر بعد ایک حاملہ کو کھانے کی حاجت ہوتی ہے، پھر کمزوری الگ سے، اور رہی بات آخری مہینہ کی تو اس میں مشقت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے.

اور رہی بات دودھ پلانے کی تو جو خواتین اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان کیلئے لمحہ بہ لمحہ غذا الیناضروری ہوتا ہے، بصورت دیگر دودھ کی قلت ہو گی، اور بچہ کو اس سے نقصان ہو گا، اور یہ چیز معروف ہے، نیز یہ کہنا کہ چھ مہینے کے بعد بچہ باہر کی غذا کھانے لگتا ہے اس لئے مشقت ویسی نہیں ہوتی یہ بھی صحیح نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ باہر کی غذا...

کھانے سے اس بچے کے تو احکام بدل سکتے ہیں لیکن مرضعہ کے نہیں، کیوں کہ جب تک بچہ ماں کا دودھ پیتا رہتا ہے ماں کو غذا کی ضرورت پڑتی ہے، اور بچہ جس قدر بڑا ہو گا اسی قدر زیادہ دودھ پیئے گا، اور ماں کو اسی قدر مشقت ہو گی، اور دودھ پلانے والی خاتون جب تک غذا نہیں لے گی اس وقت تک دودھ کی فراہمی مشکل امر ہے. اس لئے حامل اور مرضعہ کی مشقت کو چند مہینوں کے ساتھ خاص کرنا یہ نصوص اور اقوال سلف میں تحکم ہے جو کہ کسی بھی اعتبار سے مناسب نہیں ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین میں سے کسی نے بھی حامل و مرضع کے مشقت کو چند مہینے کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے.

کبھی مشقت حمل کے پہلے دن سے ہی شروع ہو جاتی ہے جب vomiting کا سلسلہ چلتا ہے تو ایک دن میں دس سے اوپر تک بھی ہوتا، اور مشقت نہیں ہوتی ہے تو پوری مدت حمل میں نہیں ہوتی ہے، یہی حال حالت رضاعت کا بھی ہے، اس لئے ابتدائی یا آواخر حمل ورضاعت کے ایام کی تقسیم کرکے اس پر مشقت کو منطبق کرنا فہم سلم کے خلاف ہے، کیوں کہ سلف میں سے کسی نے ایسا نہیں کہا، ہر کسی نے مشقت کا اعتبار کیا.

اور مشقت کا اعتبار بھی ایسا نہیں کہ جب بلکل مرنے کے قریب ہو، یا اب تب کی حالت ہو تبھی روزہ چھوڑا جاسکتا ہے، یہ شریعت کی منشا کے خلاف ہے.

خلاصہ کلام یہ کہ جب حمل ورضاعت ہی خود مشقت ہے، اور اس میں اضافہ و کمی الگ الگ خاتون کے حساب سے ہو سکتی ہے، نیز جب فقہاء نے شدت کی پیاس اور بھوک کی وجہ کر روزہ چھوڑنا جائز قرار دیا ہے تو حامل و مرضعہ کا معاملہ تو اس سے اشد ہے، ....

خلاصہ کلام یہ کہ جب حمل ورضاعت ہی خود مشقت ہے، اور اس میں اضافہ و کمی الگ الگ خاتون کے حساب سے ہو سکتی ہے، نیز جب فقہاء نے شدت کی پیاس اور بھوک کی وجہ کر روزہ چھوڑنا جائز قرار دیا ہے تو حامل و مرضعہ کا معاملہ تو اس سے اشد ہے، اس طرح جب مرضعہ کو عام دنوں میں جمع بین الصلاتین کرنے کی اجازت ہے جیسا کہ امام احمد نے کہا، اور انہوں نے یہ قید نہیں لگائی کہ رضاعت کے ابتدائی چھ مہینوں میں ہی جمع بین الصلاتین کر سکتی ہے، بلکہ اس میں مشقت کا اعتبار کیا ہے، اس لئے مشقت کو مزید مشقت میں ڈال کر کہ روزہ چھوڑنے کی رخصت اسی خاتون کو مل سکتی ہے جو حمل کے ابتدائی ایام میں نہ ہو بلکہ حمل آخری ایام ہو وغیرہ....

ان سب شروط کے ساتھ حاملہ اور مرضعہ کو روزے کی رخصت دینا اسلام کی روح اس اس کی تیسیر والے مشروع کے منافی ہے.

والله اعلم، وعلمہ اتم واحکم

....

١) بدائع الصنائع (٢/٩٤)، الذخيرہ (٥١٦/٤١)، حاشيه قليوبى (٢/ ٨١)، الكافى (١/ ٤٣٥)

٢) المنثور فى القواعد الفقهيه (٣/ ١٧٢).

٣) المغنى (٢/ ٢٠٤).

٤) مصنف عبد الرزاق الصنعاني (٤/ ٢١٨، رقم: ٧٥٦٦).

٥) سنن الدارقطني (٣/ ١٩٧، رقم: ٢٣٨٤).

مرضعہ اور حاملہ کے روزے کی قضاء کے متعلق مزعومہ اجماع کی حقیقت (۳)

محترم قارئین: حاملہ اور مرضعہ کی قضاء کے سلسلے میں ایک اجماع یہ نقل کیا جارہا ہے کہ "اگر وہ اپنے نفس پر خوف کی وجہ سے روزہ چھوڑتی ہے تو بالإجماع اس پر قضاء واجب ہے".

اس مسئلہ میں امام زرقانی، امام نووی اور امام ابن قدامہ رحمہ اللہ سے اجماع نقل کیا گیا، یا یوں کہہ لیں کہ اجماع کی تائید کیلئے ان کے اقوال کا سہارا لیا گیا. اب آیئے ہم اس اجماع کی حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں، کیونکہ فقہاء کا اکثر اجماع حقیقی اجماع کو محیط نہیں ہوتا، اور نہ ہی اجماع کی راجح تعریف پر منطبق ہوتا ہے، جیسے طلاق ثلاثہ کے سلسلے میں اجماع نقل کرنا کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین شمار ہوگی، اسی طرح حاملہ و مرضعہ کے سلسلے میں اس اجماع کا کوئی اعتبار ہی نہیں کیونکہ اس میں واضح مخالفت موجود ہے، جیسا کہ قارئین آئندہ سطور میں اسے ملاحظہ کریں گے. بات کو طول نہ دیتے ہوئے میں اصل موضوع پر آتا ہوں کہ "اگر حاملہ اور مرضعہ اپنے نفس پر خوف کی وجہ کر روزہ ترک کرتی ہے تو وہ چھوٹے ہوئے روزے کی قضاء کرے گی"، کیا اس مسئلہ پر اجماع ہے؟

اس اجماع کے دعوی کی حقیقت امام قاسم بن سلام رحمہ اللہ کے قول کی روشنی ملاحظہ فرمائیں: **فالحوامل والمراضع، وفيهن اختلف الناس، قديما وحديثا، فقال بعضهم: إذا ضعفن عن الصيام وخافت إحداهن على نفسها أو ولدها ...**

أفطرت و أطعمت كل يوم مسكينا، فإذا فطمت ولدها قضته، فأوجبوا عليهما الإطعام و القضاء جميعا. وقال بعضهم: عليهما الإطعام ولا قضاء. وقال آخرون: بل عليهما القضاء ولا إطعام. الناسخ و المنسوخ (ص: ٦٢)

امام قاسم بن سلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حاملہ و مرضعہ کے روزے کی قضاء کے سلسلے میں زمانہ قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں کئی اقوال ہیں:

۱- اگر وہ روزہ نہ رکھ سکیں، اور اپنے "نفس" پر یا اپنے "بچے" پر روزہ رکھنے کی وجہ کر کسی قسم کا خطرہ اور خوف محسوس کریں تو روزہ توڑ دیں گی، اور ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی، اور جب بچے کی مدت رضاعت ختم ہو جائے گی تو اپنے فوت شدہ روزے کی قضاء کریں گی.

۲- بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حاملہ اور مرضعہ صرف مسکین کو کھانا کھلائے گی، ان دونوں پر فوت شدہ روزے کی قضاء نہیں ہے.

۳- بعض لوگ کہتے ہیں کہ حاملہ اور مرضعہ چھوٹے ہوئے روزے کے عوض کسی کو کھنا نہیں کھلائے گی، بلکہ صرف ان روزوں کی قضاء کرے گی.

قارئین کرام: قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے حاملہ اور مرضعہ کی دونوں حالت یعنی (اگر وہ روزہ کی وجہ کر اپنے نفس پر خطرہ محسوس کرے، یا پھر اپنے بچے پر خطرہ محسوس کرے) کا تذکرہ ایک ساتھ کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ مسئلہ شروع سے مختلف فیہ ہے.

قارئین کرام: انہوں نے "قديما و حديثا" کا لفظ استعمال کیا ہے،...

مطلب یہ کہ وہ جس زمانے میں تھے اس میں تو اختلاف موجود ہی تھا، انہوں نے اپنے ، سے پہلے کے زمانے کا اختلاف بھی نقل کیا ہے، اور قاسم بن سلام رحمہ اللہ امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ کے ہم عصر ہیں کیونکہ ان کی ولادت سن (۱۵۴) ہجری میں ہوئی، اور وفات سن (۲۲۴) ہجری میں ہوئی، یعنی اس مسئلہ میں نہ تابعین کے زمانے میں اتفاق ہوا اور نہ ہی تبع تابعین کے زمانے میں، تو پھر یہ اجماع آیا کہاں سے ؟

اس قول کی روشنی میں مسئلہ کے جس زاویہ پر اجماع نقل کیا گیا ہے اس کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ اجماع کا دعوٰی محض دعوی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں.

دوسری بات یہ کہ کوئی بھی اجماع بلا دلیل نہیں ہوتا، اجماع کیلئے کتاب وسنت کی عمومی یا خصوصی دلیل کی ضرورت لازما پڑتی ہے، تو پھر اس اجماع کا مستند کیا ہے؟ کیا شریعت نے حاملہ ومرضعہ کی قضاء کے سلسلے میں اس قسم کا کوئی فرمان صادر کیا ہے؟

اگر نہیں تو پھر یہ تحکم ہے. تیسری بات: اجماع نقل کرنے کیلئے حاملہ ومرضعہ کے حالات کے مابین جس قسم کی تفریق کی گئی ہے چنانچہ ایک کو محل اتفاق اور دوسرے کو محل نزاع بتایا گیا ہے، کیا کتاب وسنت اور اقوال صحابہ سے اس تفریق کی دلیل ملتی ہے؟

چوتھی بات: اگر یہ کہا جائے کہ ائمہ وفقہاء نے ایسا کہا ہے تو کیا ائمہ وفقہاء کے اقوال سے نصوص کی تقیید وتخصیص کی جاسکتی ہے؟ اور ان کے اقوال پر اجماع کی بنا کی جاسکتی ہے؟

انس بن مالک الکعبی رضی اللہ عنہ والی حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے علماء کا اختلاف ذکر کیا ہے: "قال بعض أهل العلم: الحامل، والمرضع، تفطران

"قال بعض أهل العلم: الحامل، والمرضع، تفطران وتطعمان، ولا قضاء عليهما، وإن شاءتا قضتا، ولا إطعام عليهما، وبه يقول إسحاق".

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: بعض لوگوں کے نزدیک حاملہ ومرضعہ روزہ چھوڑ دے گی اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی، اور جب صحت مند ہو جائے گی تو فوت شدہ روزے کی قضاء کرے گی.

جب کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ: حمل ورضاعت کی مدت میں روزہ چھوڑ دے گی، اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی، اس کے اوپر فوت شدہ روزے کی قضاء نہیں ہے.

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ: حمل ورضاعت کی مدت میں روزہ چھوڑ دے گی، اور روزہ کے بدلے مسکین کو کھانا نہیں کھلائے گی، البتہ جب وہ صحتمند ہو جائے تو اسے اختیار ہے، چاہے تو وہ چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کرے، چاہے تو نا کرے. سنن ترمذی (۸۵/۳).

امام ترمذی رحمہ اللہ کے کلام سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حاملہ ومرضعہ کو خوف ہو یا نہ ہو ان کے چھوٹے ہوئے روزے کی قضاء کے سلسلے میں بالکل بھی اجماع نہیں، کیوں کہ انہوں نے اس قید کو سرے سے ذکر ہی نہیں کیا، اور امام بغوی رحمہ اللہ کے حوالے سے جو امام ترمذی کا قول نقل کرکے یہ کہنے کہ کوشش کی گئی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف نہیں تو یہ درست نہیں، کیوں کہ امام بغوی رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ

کے کلام میں تصرف کیا ہے، کیا ہی بہتر ہوتا کہ امام ترمذی کا کلام ان کی کتاب سے نقل کیا گیا ہوتا تو امام بغوی کے منقول کلام سے دو باتوں میں سے ایک کا بھی پتہ نہیں چلتا.

نیز جن علماء کرام نے مجمع علیہ مسائل کو جمع کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی اس اجماع کی طرف اشارہ نہیں کیا ہے، البتہ ابن القطان رحمہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ: تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جب حامل و مرضعہ کو اپنے بچے پر خطرہ محسوس ہوگا تو وہ بالِاجماع روزہ چھوڑ سکتی ہے. الاقناع فی مسائل الإجماع (۱/ ۲۱۰).

ابن القطان رحمہ اللہ نے روزہ چھوڑنے کے سلسلے میں اجماع نقل کیا، قضاء کرنے کے سلسلے میں میں نہیں، اس لئے اس فرق کو سمجھنا ضروری ہے.

خلاصہ کلام یہ حاملہ و مرضعہ کی قضاء کے سلسلے میں جو اجماع کا دعوٰی کیا گیا ہے وہ دعوی بالکل غلط ہے، اور ائمہ کے اقوال کو استیعاب نہ کرنے کی وجہ کر منظر عام پر آیا ہے.

اسی طرح ابن رشد رحمہ اللہ کا یہ منہج ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں پہلے وہ محل اتفاق ذکر کرتے ہیں پھر اختلاف بیان کرتے ہیں، انہوں نے بھی مزعومہ اجماع یا اتفاق کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا. بدایۃ المجتہد (۲/ ۶۲).

پوری نگارشات کا خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ مذکورہ -" حاملہ اگر اپنے نفس پر خوف محسوس کرے تو وہ روزہ چھوڑ دے گی اور اپنے فوت شدہ روزے کی بالِاجماع قضاء کرے گی"- میں اجماع ثابت نہیں ہے. اس لئے اجماع نقل کرنے سے قبل اقوال ائمہ کا استیعاب از حد زیادہ ضروری ہے. واللہ اعلم، وعلمہ اتم واحکم